اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم ڈاکٹر جان جوزف، بشپ آف فیصل آباد کے اندازِ فکر اور طرزِ اظہار سے وطنِ عزیز کی سیاسی صورتِ حال پر نظر رکھنے والے بخوبی واقف ہیں۔ اُن کا لہجہ بالعموم تند اور احتجاج آمیز ہوتا ہے، تاہم اُن کا مذہبی منصب اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کی باتیں غور سے سُنی جائیں۔ حال ہی میں اُن کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے۔ انٹرویو لینے والے نے اُن سے پوچھا کہ کیا "مسیحی جماعتوں کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے [قانون] گستاخیِ رسول ۲۹۵- سی میں ترمیم [کر دی جائے گی] یا یہ قانون ختم ہو جائے گا؟" جواب میں محترم بشپ صاحب نے فرمایا:

> میں سمجھتا ہوں کہ عملی طور پر اس قانون میں ترمیم ہو چکی ہے، اگرچہ اس کا ابھی تک کوئی نوٹیفکیشن جاری نہیں ہوا۔ ترمیم کے ثبوت ہمیں ملتے ہیں۔ صدرِ پاکستان نے جو وعدہ کیا تھا، وہ زبانی طور پر ملک کے تمام ڈپٹی کمشنروں کو پہنچا دیا گیا ہے، کیونکہ جب سکھر میں ایک چودہ سالہ لڑکی پر توہینِ رسالت کا الزام لگایا گیا تو وہاں کے ڈی - سی نے پرچہ نہیں ہونے دیا۔ لاہور میں ایک مسیحی پر الزام لگا کہ اس نے مسجد میں ایک خط پھینکا ہے، پرچہ وہاں بھی درج نہیں ہوا تھا، لیکن پولیس نے مسیحیوں کو پکڑا اور ایک نوجوان اُن کی تحویل میں ہلاک بھی ہوا۔
>
> حال ہی میں کمالیہ میں ایک مسیحی لیکچرار پر گستاخیِ رسول کا الزام لگایا گیا ہے اور ۳ اگست کو اُسے زدوکوب کیا گیا ہے، لیکن خوش قسمتی سے وہ لیکچرار بچ نکلا ہے اور چھپا ہوا ہے۔ وہاں کا ڈی - سی بھی پرچہ درج نہیں کر رہا۔ یہ بات درست ہے، لیکن مسیحیوں کو تحفظ مہیا نہیں کیا جاتا، حالانکہ حکومت تحفظ دے سکتی ہے۔
>
> آپ کے سوال کے دوسرے حصے کے جواب میں کہوں گا کہ مجھے پورا یقین ہے کہ یہ قانون ختم ہو جائے گا، کیوں کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ملک کے اندر اور ملک کے باہر ہر وہ قانونی حربہ استعمال کریں گے جس سے انتہا پسندوں کی چیخیں نکل جائیں گی۔ آپ نے دیکھا کہ جرمنی میں پاکستانی سفیر چلّا اٹھا کہ جرمن لوگوں نے گستاخیِ رسول قانون کے خاتمہ کے لیے نوے ہزار دستخط کس طرح پاکستانی سفارت خانے میں پہنچائے ہیں۔ (ماہنامہ "مکاشفہ" - فیصل آباد، اگست ۱۹۹۶ء)

جناب بشپ نے اپنی گفتگو میں صدرِ پاکستان کے جس وعدے کا ذکر کیا ہے (اور جو اُن کے بقول "زبانی طور پر ملک کے تمام ڈپٹی کمشنروں کو پہنچا دیا گیا ہے۔") اس کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی، مگر اُنھوں نے تین واقعات بیان کر کے بتایا ہے کہ توہینِ رسالت کے مبینہ ملزموں کے خلاف پرچہ درج نہیں ہوا۔ کیا یہ سمجھا جائے کہ بعض لوگ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے خلاف دریدہ دہنی کر رہے ہیں، مگر اُن کے خلاف پرچہ درج نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ "عملی طور پر اِس قانون میں ترمیم ہو چکی ہے۔" یا یہ سمجھا جائے کہ کسی فرد کے خلاف توہینِ رسالت کا پرچہ درج ہونے سے پہلے قانون نافذ کرنے والے اداروں کا اطمینان و یقین ضروری ہے۔

جناب بشپ نے گفتگو کے آخر میں اپنا عمومی لہجہ اختیار کیا ہے جو وطنِ عزیز کے لیے کسی لحاظ سے مفید نہیں۔ ہماری رائے میں پاکستان کی اسلامی اساس کو نظر انداز کر کے جو اقدام بھی کیا جائے گا، وہ وطنِ عزیز کے مسائل میں اضافے کا باعث ہو گا۔

"ایک خوش آئند" ارادہ

"پاکستان میں مذہبی اقلیتیں: شناخت کے لیے جدّوجہد" کے موضوع پر کرسچین سٹڈی سنٹر (راولپنڈی) کے زیرِ اہتمام منعقدہ سیمینار کے خاتمے پر جو اعلامیہ جاری کیا گیا، اس میں دوسری باتوں کے ساتھ اس ارادے کا اظہار کیا گیا ہے کہ "ہم غیر مسلموں کے اُن کارناموں کو دستاویزی شکل میں اکٹھا کریں گے جو اُنھوں نے پاکستان کی تشکیل اور تعمیر و ترقی کے لیے سرانجام دیے ہیں۔" جہاں تک وطنِ عزیز کی تعمیر و ترقی میں غیر مسلم اقلیتوں کے کارناموں کا تعلق ہے، حکومتِ پاکستان کی مطبوعات میں اُنہیں بالعموم تسلیم کیا گیا ہے، البتہ تشکیلِ پاکستان میں غیر مسلموں کے کردار کے بارے میں یہی بات کہی جاتی ہے جو دن سے زیادہ روشن ہے کہ برصغیر کی غالب اکثریت یعنی ہندو آبادی پاکستان کی مخالف تھی اور پنجاب میں سکھ برادری کی قیادت نے انڈین نیشنل کانگرس کا ساتھ دیا تھا۔ مذکورہ سیمینار کے شرکاء یہ تو ثابت کرنے سے رہے کہ ہندوؤں یا سکھوں نے تشکیلِ پاکستان میں حصّہ لیا تھا۔ (یہ واضح نہیں کہ سیمینار کے ۳۵ شرکاء میں مختلف اقلیتی برادریوں کی نمائندگی کی نسبت کیا تھا۔) ہندو اور سکھ برادریوں کے علاوہ وطنِ عزیز کی دوسری غیر مسلم اقلیتوں میں سرِفہرست مسیحی برادری ہے جس کی قیادت نے ۴۷-۱۹۴۶ء میں ایک دو مواقع کے سوا بالعموم مسلم لیگ کا کبھی ساتھ نہیں دیا تھا۔ اگر اُس کا جھکاؤ غیر ملکی حکمرانوں کی طرف نہیں تھا تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے متضاد نقطہ ہائے نظر کے بارے میں غیر جانبدار تھی۔ اگر